ناول۔قسط2

رمانہ عمر

زنیرا

زنیرا مڈل کلاس گھرانے کی باپردہ لڑکی ہے اس کی دوستی میڈیکل کالج کے پہلے ہی سال میں ثانیہ نامی لڑکی سے ہوتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ والدین کے علاوہ ثانیہ کی ایک شادی شدہ بہن رابعہ بھی اس کے گھر میں رہتی ہے جو مغرور اور نک چڑھی ہے۔ جبکہ بڑا بھائی اعلیٰ تعلیم کے لئے ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ زنیرا پڑھائی کیلئے ثانیہ کے گھر میں آتی رہتی ہے اور اس کے والدین زنیرا کے ساتھ نہایت شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔

’’زنیرا بیٹی امی ٹھیک ہیں تمہاری‘‘

’’جی آنٹی اب بالکل ٹھیک ہیں۔‘‘

’’ثانیہ نے بتایا کہ تم نے اس کی بہت مدد کی۔ بہت خیال کیا کل رات۔ بیٹا تمہارا بہت بہت شکریہ‘‘

’’ارے آنٹی کیوں شرمندہ کرتی ہیں۔ بہن ہے وہ میری۔‘‘

’’ہاں بیٹا یہ تو ہے۔ ثانیہ بھی تمہیں بہن ہی کہتی ہے۔‘‘ ثانیہ کی امی نے آہستہ سے کہا۔

’’اچھا آنٹی چلتی ہوں۔ دیر ہو رہی ہے۔‘‘ زنیرا نے کتابیں بیگ میں ڈالیں اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

اسی لمحے اندرونی کمرے سے رابعہ آتی نظر آئی۔ زنیرا نے رک کر اسے سلام کیا لیکن وہ سنی ان سنی کرتے ہوئے دوسری جانب نکل گئی۔ زنیرا کے لیے یہ نئی بات نہ تھی۔ رابعہ نے کبھی اس سے سیدھے منہ بات نہ کی تھی اس نے قدم باہر رکھے تو پیچھے سے رابعہ کے زور زور سے بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔

’’پتہ نہیں کیسی کیسی دوستوں کو بلا لیتی ہے یہ گھر میں۔ گھر کے باہر رکشہ رکتا ہے محلے والے کیا سوچتے ہوں گے۔ ثانیہ کو تو عقل ہے نہیں آپ بھی نہیں سمجھتیں۔ ہر کسی سے منہ اٹھا کے دوستی کی جاتی ہے کیا؟ ہمارے سرکل میں دور دور تک کوئی بھی برقع پردہ نہیں کرتا......‘‘

وہ اور نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں۔ زنیرا نے قدم تیز کر دیئے۔

باہر اس کا بھائی رکشے میں بیٹھا اس کا منتظر تھا۔

’’السلام علیکم آپی۔‘‘

’’وعلیکم السلام۔‘‘ زنیرا کے گلے سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

’’آپی کیا ہوا؟ روئی ہو کیا؟‘‘ چھوٹے بھائی نے آنکھوں میں جھانکا۔

’’ارے نہیں چندا۔ گلا خشک ہو گیا شاید۔‘‘ اس نے گلا کھنکارا اور منہ دوسری طرف کر کے آنکھیں مل لیں۔

’’یہ چھوٹے بہن بھائی بھی ناں! نقاب کے باوجود پکڑ لیتے ہیں۔‘‘ اس نے دل میں سوچا۔

’’اچھا تم بتاؤ تمہیں ٹیوشن کے لیے چھوڑتی ہوئی جاؤں یا گھر جا کر پھر نکلو گے؟‘‘

☆......☆......☆

آج جمعہ کی نماز کے بعد یونیورسٹی کے کمیونٹی ہال کو مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن نے بک کروایا ہوا تھا۔ یہ ایک اہم میٹنگ تھی جو پیرس حملے[1] کے فوراً بعد بلائی گئی تھی۔ زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ دہشت گردی کی اس بزدلانہ کارروائی کا ردعمل اگر یونیورسٹی کے اندر یا اس سے باہر کہیں ظاہر ہو تو اس صورت میں طلبہ و طالبات کو کیا کرنا چاہیے۔

اس خصوصی نوعیت کی میٹنگ میں شرکت کے لیے ہر فرقے کے مسلمان طلبا جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ لاس اینجلس میں قائم اس

---

[1] 13 نومبر 2015ء کے دن پیرس اور اس کے شمالی مضافات میں ہونے والی دہشت گردی کی تین منظم کارروائیاں جن میں 130 سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔ یہ دن (11/13) کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے

قدیم اور نامور یونیورسٹی میں مسلم طلبہ و طالبات ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ مختلف شہروں سے ملنے والی خبروں کے باعث سب ہی فکر مند تھے۔ رفتہ رفتہ ہال بھرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ تل دھرنے کو جگہ نہ بچی۔ تلاوت قرآن کے بعد براہ راست زیر بحث مسئلے پر گفتگو شروع ہوئی اور جس نے بولنا چاہا اور جتنا بولنا چاہا اسے بولنے کا پورا موقع دیا گیا۔

اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کا مسئلہ، تعصب کی فضا، اسلام کی پہچان داڑھی، اسکارف اور نقاب کو دیکھ کر اشتعال انگیز کارروائیاں، گرلز ہاسٹل کا سنسان راستہ اور مسلم طالبات کی حفاظت کا مسئلہ، یہ امور اسی نوعیت کے مسائل ہر سمت سے اٹھائے گئے اور اس طرح تین گھنٹے کی یہ میٹنگ ساڑھے چار گھنٹوں پر محیط ہوگئی۔

جب تمام طلبہ و طالبات کہہ چکے تو اچانک ہی ایک لڑکی کا ہاتھ بلند ہوا۔ یہ ساؤتھ افریقہ کی طالبہ تھی جو نقاب سمیت مکمل عبایا میں ملبوس تھی۔ وہ کھڑی ہوئی اور بڑی ہی شستہ انگریزی میں ایک ایک جملے پر رک کر حاضرین کا ردعمل دیکھتے ہوئے خطاب کرتی رہی۔ وہ پورے دس منٹ بولی اور اس عرصے میں کھچا کھچ بھرا ہوا ہال بالکل ساکت و جامد ہوگیا۔ اس نے کہا:

”ڈیئر مسلم برادرز اینڈ سسٹرز۔ میں یہاں آتے ہوئے آپ ہی کی طرح پریشان تھی اور ان مسائل پر ہر زاویے سے سوچ و بچار کر رہی تھی۔ میرے ذہن میں بہت سی تجاویز تھیں لیکن میں خوفزدہ ہرگز نہیں تھی۔ میں سمجھ نہیں پا رہی کہ آپ سب لوگ خوفزدہ کیوں ہیں۔ ہمیں مل جل کر مسائل کا حل نکالنا چاہیے لیکن دب کر نہیں ہم کو فکرمند ہونا چاہیے مگر خوفزدہ نہیں۔ ہم کو اپنا بچاؤ کرنا چاہیے۔ مگر کمزور پڑنا نہیں چاہیے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی اس شناخت کو اتار دینے کے بعد کوئی بزدل انسان ہم پر حملہ نہیں کر سکے گا؟“

اگر آپ ایسا سوچ رہے ہیں تو معافی چاہتی ہوں، یہ سوچ غلط ہے آپ پھر سے قرآن کی اس آیت کو پڑھیے جو کہتی ہے کہ میرا یہ لباس مجھے اس لیے پہنایا گیا ہے تاکہ میں پہچانی جاؤں اور ستائی نہ جاؤں۔

میرا فیصلہ ہے کہ اسی ایمان کے ساتھ اس لباس کو زیب تن کیے رکھوں گی۔ ہاں! یقیناً میں یہ نہیں چاہتی کہ کوئی بزدل، Bully (تنگ کرنے والا) میرے سامنے آئے اور میرا ہیڈ اسکارف کھینچ لے۔ میں ایسا ہرگز نہیں چاہتی۔

لیکن ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میرے ہی مسلم برادر میرے سر سے یہ سکارف اتروادیں اور مجھ سے معذرت کرکے کہہ دیں کہ سوری مائی سسٹر! ہم تمہاری حفاظت کرنے کے قابل نہیں رہے۔

آج میں آپ سب کو بتا رہی ہوں اور اس یونیورسٹی ہال میں اس مائیک پر بتا رہی ہوں کہ......

”یہ لباس میری اسلامی شناخت ہے۔ اس لباس میں میں زینب، عائشہ، نورہ اور سمرہ نہیں صرف اور صرف ایک مسلم گرل ہوں۔ یہی میری شناخت ہے اور میں اس شناخت سے کسی قیمت پر دست بردار ہونے کو تیار نہیں ہوں۔“

وہ ساؤتھ افریقن لڑکی ”مایا“ یہ سب کہہ کر بیٹھ گئی۔

کچھ لمحے تک ہال میں مکمل خاموشی چھائی رہی اور پھر سب سے پہلے جو لڑکا اپنی سیٹ سے کھڑا ہوا وہ حسن احتشام تھا۔ اسٹوڈنٹس باڈی کا ایگزیکٹو ممبر۔ اس نے کھڑے ہو کر تالی بجانا شروع کی تو گویا سارا ہال ہوش میں آگیا اور کوئی پانچ منٹ تک ہال تالیوں کی آواز سے گونجتا رہا۔ اس کارروائی کے بعد ایگزیکٹو باڈی کا بند کمرہ اجلاس ہوا جس میں آئندہ کے لیے اہم فیصلے کیے گئے۔

☆......☆......☆

فائنل ایئر کے امتحان سر پر تھے۔ ثانیہ اور زنیرا نے دن رات ایک کر دیے تھے۔ نہ کھانے کا ہوش نہ سونے کا۔ آج بھی زنیرا اس کے گھر صبح سے آئی ہوئی تھی۔ اس کی کوشش ہوتی کہ صبح یونیورسٹی کی طرح معمول کے مطابق وہ ثانیہ کے گھر سے چلی جائے۔ اب وہ غیر ارادی طور پر رابعہ کا سامنا کرنے سے کترانے لگی تھی۔

سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ گھنٹوں کے لیے بجلی چلی گئی۔ جنریٹر نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ گرمیوں کے دن تھے شام ڈھلنے تک سورج کی تپش تو کچھ کم ہوگئی مگر زمین آگ برسا رہی تھی۔ دونوں نے کمرے کے حبس

سے گھبرا کر لان کا رخ کیا۔

ثانیہ کا لان خوبصورتی اور ہریالی میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ اس کے ڈیڈی کا شوق تھا۔ وہ بچوں کی طرح اپنے پودوں کا خیال رکھتے تھے۔

ثانیہ گرمی کی شدت سے بلبلا اٹھی تھی تو بے قرار ہو کر بولی:

''زونی! میں ابھی پھر سے شاور لے کر آتی ہوں۔ ایمان سے میری تو سانس بند ہونے لگی ہے تم لیمونیڈ لے لو۔''

''ارے نہیں بھئی پانچ گلاس تو پی چکی ہوں صبح سے۔ تم جاؤ شاور لو میں بھی تھوڑا بریک لوں گی۔''

ثانیہ گئی تو زنیرا لان کا جائزہ لینے لگی۔ چاروں جانب سلیقے سے لگے پودوں کی کیاریاں تھیں اور ایک کونے میں فوارہ لگا تھا جو پانی کی کمی کے باعث اب خشک پتوں کا ڈھیر بن چکا تھا۔ گھاس ہر طرف سے برابر اور ہری بھری تھی۔ پورے لان میں گندگی کا نام ونشان نہ تھا۔ نارنگی کے پیڑ پر چھوٹی چھوٹی نارنگیاں اس طرح لٹک رہی تھیں کہ ان کے بوجھ سے ٹہنیاں جھک گئی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شاید یہ سب پیڑ، پودے بھی انسانوں کی طرح گرمی سے بے حال ہیں اور ٹھنڈی ہوا کو ترس رہے ہیں۔

وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے انہی خیالوں میں گم تھی کہ اچانک بڑے زور سے دھم کی آواز آئی۔ اسے محسوس ہوا کہ کوئی دیوار سے کودا ہے۔

اس نے بدحواس ہو کر گردن گھمائی اور جو منظر دیکھا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی اور اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ اپنے دوپٹے تک گیا جسے اس نے سر کے گرد لپیٹ لیا مگر اپنی جگہ سے ایک انچ حرکت نہ کی۔

اس سے دس منٹ کے فاصلے پر ایک لمبا تڑنگا جوان شخص کھڑا تھا۔ جو دیوار پھلانگ کر کودا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ چلانا یا بھاگنا اس وقت موت کو دعوت دینا ہوگا۔ وہ منتظر تھی کہ اب یہ شخص پستول نکالے گا اور اسی کی کنپٹی پر رکھ کر گھر کے اندر داخل ہوگا۔ اس نے دل سے اپنے رب کو پکارا۔

''یا اللہ! مدد''

چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔ نہ اس شخص نے پستول نکالی اور نہ ہی آگے بڑھا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

''اوہ! یقیناً آپ مہمان ہیں۔ ڈریئے نہیں پلیز۔ میں چور ڈاکو نہیں ہوں۔ یہ میرا ہی گھر ہے۔''

زنیرا کو حیران پریشان چھوڑ کر وہ اندرونی دروازے کی جانب بڑھا۔ دوسری طرف زنیرا کو بھی کچھ کچھ صورتحال سمجھ آنے لگی اس نے ایک رکا ہوا سانس چھوڑا اور پچھلے دروازے سے اندر کی طرف بھاگی جو سیدھا ثانیہ کے کمرے کی طرف جاتا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر وہ صوفے پر گر گئی۔ ایک گلاس پانی پیا۔ سانسیں بحال ہوئیں تو اس نے کوٹ اسکارف پہنا اور کتابیں سمیٹ کر سکون سے بیٹھ گئی۔

کمرے کے باہر سے شور شرابے کی اونچی اونچی آوازیں آ رہی تھیں ثانیہ کی آواز سب سے نمایاں تھی۔

''بدتمیز کہیں کے! بے ایمان! پہلے سے بتایا کیوں نہیں؟''

''اف اللہ تم کتنے بدل گئے ہو حسن...... اتنی جلدی کیسے آئے تم نے تو دسمبر کا کہا تھا۔''

پھر مردانہ آواز آئی۔

''اوفو! امی اب بس بھی کریں۔ آپ تو میرے جانے پر بھی رو رہی تھیں اور اب آنے پر بھی رو رہی ہیں۔''

''ڈیڈی کہاں ہیں؟ رابعہ باجی کب تک آتی ہیں۔''

اس سارے شور ہنگامے میں ثانیہ کو زنیرا کا اچانک ہی خیال آیا۔ ''ارے میری دوست......'' وہ لان کی طرف بھاگی۔

''اسے ہوش میں لانے کے لیے پانی لیتی جاؤ۔'' طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔ امی رونا چھوڑ کر گھبرائی ہوئی آواز میں بولیں ''ارے کیا بچی بے ہوش ہو گئی؟ خدا خیر کرے۔ حسن یہ تیرے سرپرائز بھی ناں......کبھی کسی کی جان ہی لے لیں گے۔''

اتنی دیر میں ثانیہ اسے ڈھونڈتی کمرے میں آ گئی جہاں وہ جانے کے لیے تیار مسکراہٹ چہرے پر سجائی بیٹھی تھی۔

’’زونی......زونی! وہ حسن بھائی......‘‘ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ بے ربط بول رہی تھی۔

’’ہاں! مجھے سمجھ آ گئی۔ تمہیں بہت مبارک ہو ثانیہ۔ چلو اب انجوائے کرو...... کتنے سالوں بعد تم نے ایک دوسرے کو دیکھا ہے۔ اچھا مجھے اجازت دو۔ کل مس حنا نے پوری کلاس کو بلوایا ہے مگر تم فکر نہ کرو رات بھر جاگو گی تو صبح نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ میں ان کا ہدایات نامہ تمہیں فارورڈ کر دوں گی...... میں تو جا ہی رہی ہوں!‘‘

’’اچھا اللہ حافظ‘‘

ثانیہ نے آگے بڑھ کر اپنی دوست کو گلے لگا لیا۔

’’زونی تم کتنی اچھی ہو۔ بغیر کہے ہی میرے دل کا حال جان لیتی ہو اور ہر وقت مدد کے لیے تیار! ایسی دوستی آج کے زمانے میں کہاں زونی......‘‘

’’اچھا بس بس...... مجھے مزید شرمندہ نہ کرو‘‘ ’’اولیویا‘‘ کی فریش خوشبو کے ساتھ گلے لگا کر۔ تمہیں شاور نصیب ہوئے ہیں مجھے نہیں۔‘‘

ثانیہ اس بات پر مسکرا دی۔ واقعی وہ ہمیشہ اولیویا کا باڈی سپرے ہی لگاتی تھی۔ وہ دل ہی دل میں زنیرا کی قوت مشاہدہ کی قائل ہو چکی تھی۔

جس وقت زنیرا تیز تیز قدم بڑھاتی گیٹ سے نکل رہی تھی حسن اپنا سامان لینے کے لیے نکلا جو دیوار پھلانگتے وقت اس نے درخت کے پیچھے رکھ دیا تھا۔ اس نے بس اسٹاپ کی طرف جاتی زنیرا کو دیکھ کر دل میں سوچا:

’’اوہ! تو ثانی صاحبہ تمہاری یہ دوست نقاب پوش ہیں۔ برے پھنسے یار......‘‘

(جاری ہے)

☆......☆......☆

مسلمان کی جان و مال کعبۃ اللہ سے زیادہ محترم

سرکار دو جہاں ﷺ نے ایک موقع پر دوران طواف خانۂ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا ’’کتنا پاکیزہ ہے تو اور کتنا محترم ہے تیرا مقام، مگر اس پروردگار کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، ایک مسلمان کے جان و مال اور خون کا احترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔‘‘ (سنن ابن ماجہ)

ایک بندہ خدہ

محبت ایسا دریا ہے

(افسانوں کا مجموعہ)

از۔ قانتہ رابعہ

قیمت: مجلد-/300 روپے

شکستِ فاش

(منتخب افسانے)

ناہید زاہد

قیمت: مجلد-/350 روپے

ادارہ بتول F-14 سید پلازہ 30 فیروز پور روڈ لاہور فون: 04237424409